قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

قادر نامہ
یعنی
اردو سیکھنے کا
غالب کا قاعدہ

قادر نامہ

یعنی

اردو سیکھنے کا

غالب کا قاعدہ

ترتیب

اطہر فاروقی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9 انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025

پہلی اشاعت : 2011
تعداد : 1100
قیمت : -/8 روپے
سلسلۂ مطبوعات : 1464

Qadair-Nama
Yani Urdu Sikhne Ka Ghalib ka Qaida
Compiled by
Dr. Athar Farouqui

ISBN :978-81-7587-589-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066
فون نمبر: 26109746، فیکس: 26108159
ای میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد، دہلی-6
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho(Top) کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کر سکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھر پور استفادہ کر سکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

قادر نامہ غالب کا ایک منظوم رسالہ ہے جو انھوں نے اپنے بھانجے میرزا عارف کے دونوں بچوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کو اردو سکھانے کے لیے لکھا۔

قادر نامہ میں امیر خسرو (1253-1325) کی کتاب خالق باری اور فارسی سیکھنے کے مشہور قاعدے آمد نامہ کے طرز پر اردو فارسی کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ کل اشعار کی تعداد ۱۲۷ ہے اس میں بارہ شعر دو غزلوں کے بھی شامل ہیں۔ آخر میں 4 شعر کا ایک قطعہ ہے۔

یہ رسالہ غالب کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق — کم سے کم — حالیہ برسوں میں ہندستان میں قادر نامہ کی یہ پہلی اشاعت ہے۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب (27 دسمبر 1797 تا 15 فروری 1869) کو اردو کا عظیم ترین شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ اردو غزل کے بھی سب سے بڑے شاعر ہیں۔ اردو اور فارسی دونوں ہی زبانوں کے وہ ماہر تھے جن میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ شاعری کی بلکہ نہایت عمدہ نثر بھی لکھی۔ اصنافِ شاعری میں غزل کے علاوہ ان کے قصیدے بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ غالب بھلے ہی شاعر اس اردو زبان کے ہوں جو آج ہر طرح کے تعصبات سے عبارت بن کر رہ گئی ہے اور اب اس کا استعمال بالعموم مذہب اسلام کے مختلف کاموں کے لیے لیا جاتا ہے مگر بہ حیثیتِ شاعرِ زبانِ اردو غالب کا نام ہر اس شخص نے سنا ہے جسے شمالی ہند کی کسی بھی زبان سے واقفیت ہے۔ تراجم کے ذریعے غالب کی شاعری دنیا کے دور دراز خطوں تک پہنچی ہے اور عالمی منظر نامے پر ان کا شمار

عظیم ترین شاعروں میں ہوتا ہے۔ غالب ہر طرح کے مذہبی تعصب سے دور تھے، اسی لیے، ان کی شاعری — اس حقیقت کے باوجود کہ اردو اب مسلمانوں کی زبان بن کر رہ گئی ہے — دوسری زبانوں کے ان جاننے والوں میں بھی بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہے جو غیر مسلم ہیں۔ دیوناگری لپی میں غالب کی شاعری کے مجموعے اردو ہی نہیں ہندی کے کسی بھی دوسرے شاعر سے زیادہ چھپتے اور بکتے ہیں۔

ہندستان میں اردو کے زوال کا اہم ترین سبب اسکولوں میں اردو کی ناقص تعلیم ہے۔ اکثر جگہوں پر تو اردو اسکول کے نظام میں شامل ہی نہیں اور جہاں کسی وجہ سے اردو تعلیم کا نظم ہے بھی وہاں وہ اس قدر ناقص ہے کہ توبہ بھلی۔ نصاب کسی بھی نظامِ تعلیم کی مضبوط ترین شاخ ہوتا ہے۔ اردو نصاب کی حد تک غالب اس کا مضبوط ترین ثقافتی پہلو بھی ہیں۔ اس افسوس ناک صورتِ حال کے بیان کے لیے کہ بچوں کے اردو سیکھنے کے لیے غالب کا تخلیق کردہ قاعدہ نہ صرف استعمال میں نہیں بلکہ ہندستان میں بہ آسانی سے دستیاب بھی نہیں، ماہرِ غالبیات پر 'لعنت بھیجئے' کے علاوہ اور کیا لفظیات استعمال کی جا سکتی ہے۔ جن بچوں نے اس قاعدے کے ذریعے اردو سیکھنے کے لیے ابتدائی مراحل طے کیے ہوں ان کی نہ صرف بنیادیں مضبوط ہوں گی اور زبان دانی کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا بلکہ ایک مخصوص احساسِ تفاخر بھی ان کے اندر پیدا ہو جائے گا۔

کچھ روز پہلے اسکولوں کے اردو نظامِ تعلیم پر میرا ایک مضمون مختلف رسائل میں شائع ہوا تھا جس میں اردو نصاب کے مختلف زاویوں کا جائزہ لیا گیا تھا۔ وہ مضمون اس 'غالب کا قاعدہ' کی موجودہ اشاعت کے آخر میں ضمیمے کے طور پر شامل کیا جا رہا ہے تاکہ اردو تدریس میں نصاب کے زاویوں کے مباحث سے جن حضرات کو دلچسپی ہو وہ اسے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اطہر فاروقی

قادر اور اللہ اور یزداں خدا
ہے نبی مرسل، پیمبر، رہ نما
پیشوائے دیں کو کہتے ہیں امام
وہ رسُول اللہؐ کا قائم مقام
ہے صحابی دوست خالص ناب ہے
جمع اس کی یاد رکھ اصحاب ہے
بندگی کا ہاں عبادت نام ہے
نیک بختی کا سعادت نام ہے
کھولنا افطار ہے اور روزہ صوم
لیل یعنی رات، دن اور روز یوم
ہے صلٰوۃ اے مہرباں اِسم نماز
جس کے پڑھنے سے ہو راضی بے نیاز
جانماز اور پھر مصلّیٰ ہے وہی
اور سجّادہ بھی گویا ہے وہی

اسم وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام
کعبہ مکہ وہ جو ہے بیت الحرام
گرد پھرنے کو کہیں گے ہم طواف
بیٹھ رہنا گوشے میں ہے اعتکاف
پھر فلک چرخ اور گردوں اور سپہر
آسماں کے نام ہیں اے رشکِ مہر
مہر سورج، چاند کو کہتے ہیں ماہ
ہے محبت مہر، لازم ہے نباہ
غرب پچھم، اور پورب شرق ہے
اَبر بدلی، اور بجلی برق ہے
آگ کا آتش اور آذر نام ہے
اور انگارے کا اخگر نام ہے
تیغ کی ہندی اگر تلوار ہے
فارسی پگڑی کی بھی دستار ہے
نیولا راسو ہے اور طاؤس مور
کبک کو ہندی میں کہتے ہیں چکور
خم ہے مٹکا اور ٹھلیا ہے سبو
آب پانی، بحر دریا، نہر جو

چاہ کو ہندی میں کہتے ہیں کنواں
دود کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں
دودھ جو پینے کا ہے وہ شیر ہے
طفل لڑکا اور بوڑھا پیر ہے
سینہ چھاتی، دست ہاتھ اور پاے پانو
شاخ ٹہنی، برگ پتا، سایہ چھاؤں
ماہ چاند، اختر ہیں تارے، رات شب
دانت دنداں، ہونٹ کو کہتے ہیں لب
استخواں ہڈی اور ہے پوست کھال
سگ ہے کتا اور گیدڑ ہے شغال
ہے شکم پیٹ اور بغل آغوش ہے
کہنی آرنج اور کندھا دوش ہے
ہندی میں عقرب کا بچھو نام ہے
فارسی میں بھوں کا اَبرو نام ہے
ہے لڑائی حرب اور جنگ ایک چیز
کعب ٹخنا اور شالنگ ایک چیز
ناک بینی، پرّہ نتھنا، گوش کان
کان کی لو نرمہ ہے اے مہربان

چشم ہے آنکھ اور مژگاں ہے پلک
آنکھ کی پتلی کو کہیے مُردمک
پھر غلیواج اس کو کہیے جو ہے چیل
چیونٹی ہے مور اور ہاتھی ہے پیل
لومڑی روباہ اور آہو ہرن
شمس سورج اور شعاع اس کی کرن
اَسپ جب ہندی میں گھوڑا نام پائے
تازیانہ کیوں نہ کوڑا نام پائے
گربہ بلی، موش چوہا، دام جال
رشتہ تاگا، جامہ کپڑا، قحط کال
خر گدھا اور اس کو کہتے ہیں اُلاغ
دیگ داں چولھا جسے کہیے اجاغ
تابہ ہے بھائی توے کی فارسی
اور تیہو ہے لوے کی فارسی
پشہ مچھر اور مکھی ہے مگس
آشیانہ گھونسلا، پنجرہ قفس
نام گُل کا پھول، شبنم اوس ہے
جس کو نقارہ کہیں وہ کوس ہے

سقف چھت ہے، سنگ پتھر، اینٹ خشت

جو بُرا ہے اس کو ہم کہتے ہیں زشت

خار کانٹا، داغ دھبہ، نغمہ راگ

سیم چاندی، مس ہے تانبا، بخت بھاگ

زر ہے سونا اور زرگر ہے سنار

موز کیلا اور ککڑی ہے خیار

جملہ سب اور نصف آدھا، ربع پاؤ

صرصر آندھی، سیل نالا، باد باؤ

ہفت سات اور ہشت آٹھ اور بست بیس

سی اگر کہیے تو ہندی ان کی تیس

ہے چہل چالیس اور پنجاہ پچاس

نا امیدی یاس اور امید آس

دوش کل کی رات اور اِمروز آج

آرد آٹا اور غلّہ ہے اَناج

چاہیے ماں کو مادر جاننا

اور بھائی کو برادر جاننا

پھاوڑا بیل اور درانتی داس ہے

فارسی کاہ اور ہندی گھاس ہے

سبز ہو جب تک اسے کہیے گیاہ
خشک ہو جاتی ہے تب کہتے ہیں کاہ
انگبیں شہد اور عسل ہے عزیز
نام گو ہیں تین پر ہے ایک چیز
روئی کو کہتے ہیں پنبہ سُن رکھو
آم کو کہتے ہیں انبہ سن رکھو
خانہ گھر ہے اور کوٹھا بام ہے
سلعہ وژ، کھائی کا خندق نام ہے
گر دریچہ فارسی کھڑکی کی ہے
سرزنش بھی فارسی جھڑکی کی ہے
ہے کہانی کی فسانہ فارسی
اور شعلے کی زبانہ فارسی
تار تانا، پود بانا یاد رکھ
آزمودن آزمانا یاد رکھ
خوش رہو، ہنسنے کو خندیدن کہو
گرڈرو، ڈرنے کو ترسیدن کہو
ہے ہراسیدن بھی ڈرنا کیوں ڈرو
اور جنگیدن ہے لڑنا کیوں لڑو

ہے گزرنے کی گزشتن فارسی

اور پھرنے کی ہے گشتن فارسی

وہ سرودن ہے جسے گانا کہیں

ہے وہ آوردن جسے لانا کہیں

زیستن کو جانِ من جینا کہو

اور نوشیدن کو تم پینا کہو

دوڑنے کی فارسی ہے تاختن

کھیلنے کی فارسی ہے باختن

دوختن سینا، دریدن پھاڑنا

کاشتن بونا ہے رفتن جھاڑنا

ہے ٹپکنے کی چکیدن فارسی

اور سننے کی شنیدن فارسی

دیکھنا دیدن، رمیدن بھاگنا

جان لو بیدار بودن جاگنا

آمدن آنا، بنانا ساختن

ڈالنے کی فارسی انداختن

سوختن جلنا، چمکنا تافتن

ڈھونڈنا جستن ہے پانا یافتن

باندھنا بستن، کشادن کھولنا
داشتن رکھنا ہے سنجش تولنا
تولنے کو اور سنجیدن کہو
پھر خفا ہونے کو رنجیدن کہو
فارسی سونے کی خفتن جانیے
منہ سے کچھ کہنے کو گفتن جانیے
کھینچنے کی ہے کشیدن فارسی
اور اگنے کی دمیدن فارسی
اُونگھنا پوچھو، غنودن جان لو
مانجھنا چاہو، زدودن جان لو
ہے قلم کا فارسی میں خامہ نام
ہے غزل کا فارسی میں چامہ نام
کس کو کہتے ہیں غزل اِرشاد ہو
ہاں غزل پڑھیے سبق گر یاد ہو

غزل

صبح سے دیکھیں گے رستہ یار کا
جمعہ کے دن وعدہ ہے دیدار کا
وہ چرا دے باغ میں میوہ جسے
پھاند جانا یاد ہو دیوار کا
پُل ہی پر سے پھیر لائے ہم کو لوگ
ورنہ تھا اپنا ارادہ پار کا
شہر میں چھڑیوں کے میلے کی ہے دھوم
آج عالم اور ہے بازار کا
لال ڈگی پہ کرے گا جا کے کیا
پُل پہ چل، ہے آج دن اتوار کا
گر نہ ڈر جاؤ تو دِکھلاؤں تمھیں
کاٹ اپنی کاٹ کی تلوار کا

لو سنو کل کا سبق آ جاؤ تم
پوزی افسار اور دمچی پاؤ دُم
چھلنی کو غربال و پرویزن کہو
چھید کو تم رخنہ اور روزن کہو
"چہ" کے معنی کیا "چہ گویم" کیا کہوں
"من شوم خاموش" میں چپ رہوں
"باز خواہم رفت" میں پھر جاؤں گا
"نان خواہم خورد" روٹی کھاؤں گا
فارسی کیوں کی چرا ہے۔ یاد رکھ
اور گھنٹے کی درا ہے۔ یاد رکھ
دشت، صحرا اور جنگل ایک ہے
پھر سہ شنبہ اور منگل ایک ہے
جس کو ناداں کہیے وہ انجان ہے
فارسی بیگن کی بادنجان ہے
جس طرح گہنے کی زیور فارسی
اس طرح ہنسلی کی پرگر فارسی
فارسی آئینہ، ہندی آرسی
اور ہے کنگھی کی شانہ فارسی

ہنگ انگوزہ ہے اور ارزیز رانگ
ساز باجا اور ہے آواز بانگ
لوہے کو کہتے ہیں آہن اور حدید
جو نئی ہو چیز اسے کہیے جدید
ہے نوا آواز۔ سامان اور اول
نرخ قیمت اور بہا یہ سب ہیں مول
گیتی اور گیہان دنیا یاد رکھ
اور ہے مذاف دھنیا یاد رکھ
کوہ کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ
فارسی گلخن ہے اور ہندی ہے بھاڑ
تکیہ بالش اور بچھونا بسترا
اصل بستر ہے سمجھ لو تم ذرا
بسترا بولیں سپاہی اور فقیر
ورنہ بستر کہتے ہیں برنا و پیر
پیر بوڑھا اور برنا ہے جواں
جان کو البتہ کہتے ہیں رواں
اینٹ کے گارے کا نام آرند ہے
ہے نصیحت بھی وہی جو پند ہے

آس چکی آسیہ مشہور ہے
اور فوفل چھالیہ مشہور ہے
کحل سرمہ اور سلائی میل ہے
جس کو جھولی کہیے وہ زنبیل ہے
پایا ''قادر نامہ'' نے آج اختتام
اک غزل تم اور پڑھ لو والسّلام

غزل

شعر کے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں
مانتا لیکن ہمارا دِل نہیں
علم ہی سے قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں
کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار
آج ہنستے آپ جو کھِل کھِل نہیں
کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر سبق
ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں
جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا
اس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

☆☆☆

ہندستان کے انگریزی نظامِ تعلیم میں
اردو نصاب کا مسئلہ

یہ مضمون اسکولوں کے اردو نصاب کے ان مختلف زاویوں کا احاطہ کرتا ہے جو بالخصوص چھٹی جماعت سے بارھویں جماعت کے سیاق وسباق میں اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندستان کے اسکولوں کے نظام میں اردو کی تعلیم بالخصوص دو سطحوں پر دی جاتی ہے:

1۔ بہ حیثیت ذریعۂ تعلیم

2۔ ایک اختیاری مضمون کے طور پر

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اختیاری مضمون کے طور پر اردو زبان کی تعلیم بہ حیثیت زبانِ اول، دوم اور سوم دی جاتی ہے۔

تناظر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندستان کے ان اسکولوں میں جہاں ذریعۂ تعلیم اردو نہیں ہے، وہاں عموماً اور انگریزی ذریعۂ تعلیم کے — خصوصاً پبلک اور کونونٹ اسکولوں میں — اردو تیسری زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ اردو تعلیم کا نظم اسکول انتظامیہ اور والدین کی خواہشات کے تابع ہوتا ہے۔

اسکول کی سطح پر نصاب کے سلسلے میں اردو اور دیگر زبانوں کے ذریعۂ تعلیم والے اسکولوں میں اختیاری مضمون کے طور پر اردو کی تعلیم و تدریس کا جائزہ اس مضمون کا بنیادی موضوع ہے۔ اگر انگریزی میڈیم کے اسکولوں میں اردو تعلیم کے نظم کی مجموعی سہولیات کا جائزہ لیا جائے تو لامحالہ انگریزی زبان کی تدریس کے لیے موجود مواد کا معیار اور دیگر متعلقہ پہلو زیرِ بحث آئیں گے۔ انگریزی میڈیم سے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اردو ہی نہیں بلکہ کسی بھی دوسری زبان کے نصاب اور اس کی تدریس کو اسی روشنی میں دیکھیں گے جو ان اسکولوں میں تعلیم کا عمومی معیار ہے۔ اگر اردو کی تدریس کا معیار وہ نہیں ہوگا جو ان اسکولوں میں پڑھائی جانے والی کسی بھی دوسری زبان کا ہے، تو طلبہ اردو کا مطالعہ نہیں کریں گے۔ اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ جویائے علم ہوتے ہیں، اردو سیاست کے شقاوت پسند شناور نہیں۔

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اردو اور انگریزی کے تدریسی نظام کا موازنہ بے تکی بات ہے۔ یہ بات بالعموم وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے کبھی اسکول کے نظام میں اردو کی تعلیم کے سوال پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا ہے۔ اردو اور انگریزی کے تدریسی نظام کا موازنہ بالکل فطری اس لیے بھی ہے کہ ہندستان — اور بیرونی ممالک کے ان اسکولوں میں بھی — جن کا الحاق ہندستان کے سیکنڈری اور سینئر سیکنڈری بورڈوں سے ہے، وہاں اردو اور انگریزی دونوں ہی پہلی، دوسری اور تیسری زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔

اگر ہم ہندستان میں اردو زبان کے موجودہ نصاب کا جائزہ لیں تو بلا تکلف اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ایسا تدریسی مواد تیار کرنے کی کوئی کوشش کی ہی نہیں گئی جو اردو زبان کی فہم اور اردو ادب کو سمجھنے میں اسکولوں میں زیرِ تعلیم طلبہ کی مدد کر سکے۔

ہندستان میں ایسے کئی ادارے ہیں جو مختلف ریاستوں میں مختلف تعلیمی بورڈوں کے لیے نصابی کتابیں تیار کراتے ہیں۔ این سی ای آر ٹی National Council of Educational Research and Training کے نام سے سبھی واقف ہیں جو دہلی اور ملک کے دیگر مقامات پر خاص طور سے سینٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن CBSE سے الحاق شدہ اسکولوں کے لیے کتابیں نہ صرف تیار کراتی ہے بلکہ

انھیں چھاپ کر رعایتی نرخ پر طلبہ کو فراہم بھی کرتی ہے۔ اردو نصاب کی کتابیں تیار کرانے کا کام مختلف صوبوں میں مختلف محکموں کے ذریعے ہوتا ہے۔ NCERT ہی نہیں، ریاستی حکومتوں کے مختلف محکموں کی جانب سے تیار کردہ نصابی کتابوں کو دیکھ کر صرف رونا آتا ہے۔ اگر دوسری زبانوں کے اس تدریسی مواد سے جو این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی۔ اور ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹیز جیسے ادارے شائع کرتے ہیں، اردو کی نصابی کتابوں کا موازنہ کیا جائے تو معیار میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ نصاب کی کتابیں تیار اور شائع کرنے والے ادارے حکومت کے سیاسی مقاصد بھلے ہی پورے کر دیتے ہوں لیکن ان کا تیار کردہ نصاب طلبہ میں اردو زبان کی فہم تو کیا اس کے ادب میں دل چسپی پیدا کرنے میں بھی قطعی ناکام رہا ہے۔ اردو کی کتابوں کا مواد ہی نہیں ان کی چھپائی وغیرہ بھی نہایت گھٹیا درجے کی ہوتی ہے۔ یہ کتابیں ان لوگوں کے ذریعے تیار کرائی جاتی ہیں جو اسکولی سطح پر کلاس روم میں پڑھانے کے طریقوں اور بچوں کی نفسیات سے قطعاً ناواقف ہوتے ہیں، جنھوں نے Pedagogy کا لفظ بھی کبھی نہیں سنا اور اسکولی سطح پر نصاب کے معیار کا کوئی تصور جن کے ذہن میں نہیں۔

حکومت کے ذریعے نصاب سازی کرنے والے اداروں کے لیے اردو کتابوں کو تیار کرنے والے بالعموم اردو کے نام نہاد نقاد اور یونیورسٹی ٹیچر ہوتے ہیں (ہندستان کی کسی یونیورسٹی میں اردو کا ٹیچر بن جانا ہی نقاد ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے کافی ہے)۔ یہ حضرات نصاب کی کتابیں تیار کرنے کے کام کو محض پیسے کمانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اسکولی سطح پر اردو پڑھانے کا کام کرتے ہیں ان میں سے اکثر اس بات پر کڑھتے رہتے ہیں کہ آخر وہ کیوں کسی یونیورسٹی میں اردو کے استاد کی نوکری پانے کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہ گئے۔ اسکول کی سطح پر اردو کی تدریس سے وابستہ حضرات کی اکثریت اس نوکری کو اپنے لیے ایک سزا تصور کرتی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ جس شخص کے پاس بھی اردو میں کوئی ڈگری ہے، وہ یونی ورسٹی ٹیچر بننے یا کم از کم کسی ایسے کالج میں اردو ٹیچر (عرف عام میں لیکچرر، ریڈر اور پروفیسر) بننے کی آرزو کرنے کے سوا کسی دیگر نوکری کی خواہش ہی نہیں کرتا۔ یہ خبط اس لیے بھی پیدا ہوتا ہے کیوں کہ اعلا تعلیمی اداروں میں اردو

کا برسر کار استاد طلبہ کو پڑھانے کے علاوہ دنیا کا ہر کام کرتا ہے۔ اردو کے ان اساتذہ کے اس عمل سے اردو گریجویٹوں کی ایسی نسلیں مستقل پیدا ہو رہی ہیں جن کی اکثریت اردو ٹیچر بننے کے 'سیاسی عمل' سے گزر کر مسلمانوں کی 'رہ نمائی' کے خواب دیکھنے لگتی ہے۔ بعد میں یہ جہلا ہی اردو کے پروفیسر بن جاتے ہیں۔ زبان کی تدریس جو کسی بھی استاد کا فرضِ اولین ہے، زبان کی عمارت میں بنیاد کی اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مرض کا احساس اب کالج اور یونیورسٹیوں میں برسر کار اردو کے استادوں میں ختم ہوئے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔

ہندستان میں اردو کا ناقص تدریسی مواد انگریزی میڈیم اسکولوں میں اردو پڑھنے کے خواہش مند طلبہ کو اردو کی بجائے غیر ملکی زبانوں مثلاً فرانسیسی یا جرمن سیکھنے کی طرف زیادہ راغب کرتا ہے۔ غیر ملکی زبان ہونے کے باوجود ایک اختیاری مضمون کے طور پر فرنچ اور جرمن جیسی زبانوں کی تعلیم کے لیے ہندستان میں بے شمار اعلا درجے کی کتابیں اور دیگر سہولیات موجود ہیں۔ طلبہ محسوس کرتے ہیں کہ فرنچ اور جرمن اگر چہ ان کی زبانیں نہیں ہیں اور ہندستان میں یہ کہیں بولی بھی نہیں جاتیں،[1] پھر بھی ان زبانوں کی روح اور ان کے ادب کی تفہیم میں انھیں اس لیے سہولت ہوگی کیوں کہ ان زبانوں کے مطالعے کے لیے وہ سب کچھ موجود ہے جو کسی بھی زبان کی تعلیم کو مثالی بناتا ہے۔ جب ان غیر ملکی زبانوں میں ایک دفعہ طلبہ کی دل چسپی پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے نہ صرف کلاس روم کی تعلیم کا حصول آسان ہو جاتا ہے بلکہ متعلقہ سرگرمیوں مثلاً ٹرم پیپرز (Term Papers)، ہفتہ وار ٹیسٹ اور سالانہ امتحان میں بھی ان کی کارکردگی زیادہ بہتر ہوتی ہے، جو اولاً ان طلبہ کے لیے کسی بھی اچھی یونیورسٹی کے بی۔اے۔ آنرز کورس میں داخلے اور بعدۂ بہتر کیریئر کے مواقع کی ضامن بن جاتی ہے۔ اچھی یونیورسٹیوں میں ان غیر ملکی زبانوں کے گریجویٹ کورسز میں طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انھیں اچھی نوکریاں بھی بہ آسانی مل جاتی ہیں اور اردو گریجویٹوں کے مقابلے میں ان کے حالات بھی نسبتاً بہتر ہوتے ہیں۔ دہلی جیسے شہر میں بھی کسی انگلش میڈیم اسکول کو جرمن یا فرنچ جیسی زبانوں کے اساتذہ کی تلاش میں بہت پاپڑ بیلنے

---

[1] تکنیکی طور پر ہندستان میں غیر ملکی زبانوں خصوصاً فرنچ بولنے والی ہندستان نژاد آبادی کے کچھ علاقے ضرور ہیں مگر وہاں بھی ان زبانوں کو مادری زبان قرار دینے والوں کی تعداد سو دو سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔

پڑتے ہیں، غیر ملکی زبانوں کے ان ٹیچروں کی خدمات حاصل کرنے کے لیے بڑی رقم بھی خرچ کرنی پڑتی ہے اور بالعموم یہ لوگ ہفتے میں صرف تین دن ہی پڑھانے آتے ہیں۔ غیر ملکی زبان کا ٹیچر علاحدہ سے سیاحوں کے لیے ترجمان اور مختلف ایجنسیوں کے لیے مترجم کے طور پر کام کر کے بھی اچھی خاصی کمائی کر لیتا ہے۔

اردو اخبار اور رسالے میں ایسے مضمون اکثر چھپتے رہتے ہیں کہ کیا اردو کو روزگار سے جوڑنا چاہیے؟ ان میں بیان کردہ تمام باتیں شاعرانہ تخیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان مضامین کے لکھنے والوں کو اسکولوں کے نظام میں زبانوں کی تدریس اور ہندستان کے بدلتے اقتصادی اور سماجی منظرنامے کا کچھ بھی اندازہ نہیں۔ تعلیم اور مبادیاتِ تعلیم پر انھوں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔ اردو تعلیم پر خامہ فرسائی کرنے والے ان حضرات کے ذہنوں میں تعلیم کا مطلب غزل کی تعلیم اور آئین کا مطلب آئینِ عشق کے سوا کچھ نہیں، اس لیے، جب تک ہندستان کا آئین اپنا ڈھانچہ بدل کر آئینِ عشق میں تبدیل نہیں ہو جاتا تب تک اردو تعلیم کے سیاق و سباق میں ہندستانی جمہوریت میں ان مجذوبینِ اردو کے فرمودات کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

اسکول کے نصاب میں اردو کی تدریس سے متعلق میری دلچسپی صرف ہندستان اور اس کے اسکولی نصاب تک محدود ہے۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ ہندستان کے انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھنے والے ان بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر جن کی مادری زبان اردو ہے، اچھی کتابیں اور عمدہ تدریسی مواد فراہم کیا جانا ضروری ہے اور انگلش میڈیم اسکولوں میں اردو کی تعلیم کے مسائل کو بھی اردو تعلیم کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے افراد کو اپنی ترجیحی فہرست میں شامل کرنا چاہیے۔ اب تک اردو معاشرے کے مباحث کی اکثریت کا سارا زور صرف اردو میڈیم تعلیم پر رہا ہے (عمل وہاں بھی صفر ہے اور یہی حال فہم کا ہے۔)

معاصر ہندستان کے انگلش میڈیم اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا سوال کسی بھی طرح کم اہمیت کا حامل نہیں کیوں کہ وہاں بھی اب اردو مادری زبان والے بچے بڑی تعداد میں پڑھتے ہیں، اسی

لیے، اس تحریر میں مباحث کا مرکزی نقطہ انگریزی میڈیم اسکولوں میں اردو کی تعلیم ہے۔

عام رجحان اب یہی ہے کہ والدین خواہ ان کا اپنا تعلیمی و تہذیبی پس منظر کچھ بھی ہو، اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے اگر ان اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے اردو زبان کا تدریسی مواد موجود نہیں ہے تو ہمیں مزید وقت برباد کیے بغیر اسے فوراً تیار کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

ایک اختیاری مضمون کے طور پر اردو پڑھنے کے خواہش مند طلبہ کے لیے پہلے سے موجود اس تدریسی مواد کا جائزہ بھی کم اہم موضوع نہیں جو اردو کے ان اہم شاعروں سے تعلق رکھتا ہے جن میں عظمت کے لحاظ سے زمان و مکاں کی قید سے ماورا شاعر غالب بھی شامل ہیں۔ غالب، ان کی شاعری اور شخصیت پر اسکول کے طلبہ کے لیے ہندستان میں ڈھنگ کی ایک کتاب موجود نہیں ہے۔ اچھے اسکولوں کے طلبہ کو ذہن میں رکھ کر غالب کی شاعری کا کوئی ایڈیشن تیار ہی نہیں کیا گیا۔ دیوانِ غالب کے معروف ایڈیشنز کی اکثریت علم کا رعب جھاڑنے کی غرض سے مرتب و مدون کیے گئے ہیں۔ اگر یہ اتفاق ہے تو بہر حال افسوس ناک اتفاق ہے کہ اسکول کے طلبہ تو کیا، اردو شاعری کے عام قاری کے لیے بھی دیوانِ غالب کی اکثر ان اشاعتوں سے فیض یاب ہونا ممکن نہیں۔ یہی حال تفہیماتِ غالب کا ہے جو کسی بھی طرح اسکولوں میں زیرِ تعلیم طلبہ کی ضروریات کے عین مطابق نہیں۔ غالب کی شاعری اور زندگی کے مختلف گوشوں پر بھی اسکول کے طلبہ کی دل چسپی کی تحریریں موجود نہیں ہیں۔ غالب جیسے عظیم شاعر پر جدید زمانے کی تدریسی ضرورتوں کے مطابق جس طرح کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی بھرمار ہونی چاہیے تھی اس کا تو سرے سے کوئی وجود نہیں، یہ کام کرنے کا خیال زعمائے اردو اور اردو اداروں کو کبھی نہیں آیا۔ لے دے کر گلزار کے ٹی وی سیریل غالب کے سوا اردو طلبہ کی دل چسپی کے لیے ایسی کوئی چیز موجود نہیں جیسی دوسری زبانوں میں معاون تدریسی مواد کے طور پر بہ کثرت موجود ہوتی ہیں۔ انگریزی اور دوسری زبانوں کی تدریس کے لیے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس نہ صرف خاص طور پر تیار کیے جاتے ہیں بلکہ انھیں ہر برس اپ ڈیٹ بھی کیا جاتا ہے۔

غالب کی زندگی اور شاعری کو محیط گلزار کا اتفاقیہ طور پر موجود مذکورہ سیریل تقریباً ایک دہے قبل کاروباری ضرورت کے پیش نظر بنایا گیا تھا جو ہر اعتبار سے عمدہ ہے۔ بہت کھینچ تان کر اس فہرست میں اسماعیل مرچنٹ کی فلم ''محافظ'' کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو انیتا ڈیسائی کے ناول In Custody پر مبنی ہے اور جس میں اردو کے ایک بزرگ شاعر کے بدترین معاشی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اردو معاشرے کی Stereotype کی عکاس یہ فلم بھی بازار میں اب دستیاب نہیں۔ شیکسپیئر پر (غالب کی عظمت جس سے کسی طرح کم درجے کی نہیں) ہر عمر کے طلبہ کے لیے بلا مبالغہ ہزاروں کتابیں اور سینکڑوں طرح کی ایسی آڈیو ویڈیو کیسٹس ہندستان کے بازار میں موجود ہیں جنھیں مسلسل اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ پر معاون مواد کا موجیں مارتا سمندر اس پر مستزاد ہے۔

اپنی تمام تر عظمت کے باوجود شیکسپئر اور ان کی تخلیقات کی افادیت ہندستان کے سیاق وسباق میں — ایک چھوٹے طبقے کے سوا — اجنبی کے زمرے میں آتی ہے اور شیکسپئر کی عظمت کے اکثر — اور اردو داں معاشرے میں تقریباً ننانوے فی صد — قصیدہ خواں بغیر سوچے سمجھے ان کی شان میں اس لیے رطب اللسان رہتے ہیں کیوں کہ ہندستان پر انگریز سامراجیت یعنی ذہنی غلامی کے اثرات بہت گہرے ہیں۔

اردو نصاب کے اس مجوزہ پروجیکٹ کے لیے جدید شاعروں سے متعلق حصے میں میری اولین ترجیح اختر الایمان ہیں اور ان ہی کے ساتھ میراجی اور ن م راشد بھی ہیں۔ ساحر لدھیانوی کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ وہ ہر نسل کے نوجوانوں میں غالب اور اقبال سے یا اردو اور ہندی کے کسی بھی شاعر سے کہیں زیادہ پڑھے جانے والے شاعر ہیں۔

اردو سے متعلق کسی تہذیبی پہلو یا صرف اردو طرز بیان کے کلچر کو فروغ دینے کے لیے کوئی حکمت عملی وضع کرنا ہندستان میں اسکولی سسٹم کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ اس لیے، میں نے ان پہلوؤں کو زیر بحث لانے سے گریز کیا ہے جن کا تعلق اردو کلچر یا اس کے کلچر سے ہے۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ ہر زبان اور اس کے ادب میں تہذیب کی معنویت مسلم ہوتی ہے۔ دل چسپ بات

مگر یہ ہے کہ اردو نہ پڑھنا اور اردو تہذیب کی بات کرنا اب علمی مسئلے نہیں بلکہ ایسے امراض ہیں جن کے تجزیے کے لیے ایسے ماہرینِ نفسیات کی ضرورت ہے جو تقسیم ہند کے سیاق و سباق میں ہندستان کے خوف میں مبتلا اردو داں اشراف کے ذہن کا تجزیہ کر سکیں۔ اسکول کے نصاب کا مسئلہ یا یوں کہیں کہ اسکول کے نصاب میں اردو کی شمولیت کا اردو کلچر اور گلیمر کی بحث سے کچھ تعلق نہیں۔ ویسے اب تک اردو والے اردو کلچر اور گلیمر کی صرف بحثیں کر کے مجموعی طور پر ہر برس غریب ٹیکس دہندہ کی کمائی کے پچاسوں کروڑ روپے سیمیناروں کے نام پر ہونے والی بکواس پر خرچ کر دیتے ہیں۔

اردو زبان کے سیاسی و سماجی محرکات سے دل چسپی رکھنے والے طالب علم کے طور پر میری رائے یہی ہے کہ ہندستان میں اردو صرف اسکولوں کے نظام کے ذریعے ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دورِ جدید میں اسکول ہی وہ ادارہ ہے جو کسی بھی مضمون میں بنیادی علم کو رواج دے کر اس کی آئندہ بلند عمارت کی تعمیر کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔ دینی مدارس میں جو اردو مذہبی نصاب کا ذریعۂ تعلیم ہے اس کا مقصد اور ماحصل چوں کہ دونوں ہی مختلف ہیں، اسی لیے، میں نے دینی مدارس کے کسی زاویے پر اس تحریر میں گفتگو نہیں کی اور اس تحریر کو انگریزی میڈیم اسکولوں کے نظام میں اردو نصاب کے سوال تک ہی محدود رکھنے کی سعی کی ہے۔ دینی مدارس اور اردو کے رشتوں نیز دینی مدارس کی سماجیات پر میری نظر ہے مگر اس تحریر میں اُس گفتگو سے عمداً گریز کیا گیا ہے۔

میں ہندستان میں اسکولوں کے نصاب — جس کے لیے عام طور پر سیکولر نصاب کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے — میں اردو کی تعلیم کے متعلقہ پہلوؤں کے بارے میں وقتاً فوقتاً لکھتا رہا ہوں۔ فی الحال میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ ہندستان میں اسکولوں کے نظام یا نصابِ تعلیم کو سیکولر کہنا کس حد تک درست ہے؟ یہاں لفظِ اسکول کا مفہوم، استعمالِ عام کے مطابق ان اداروں تک محدود ہے جو ثانوی تعلیم یعنی سیکنڈری اور سینئر سیکنڈری سطح کے امتحان لینے والے بورڈوں (مدرسہ بورڈ نہیں) سے الحاق شدہ ہیں۔ ہندستان میں اس نظام کے تحت ایک بچہ

15 سال کی عمر کو پہنچنے پر پہلے پبلک اگزامنیشن میں بیٹھ سکتا ہے جو بالعموم دسویں درجے کا امتحان ہوتا ہے اور جسے بعض صوبوں میں ہائی اسکول یا میٹریکولیشن کا امتحان بھی کہا جاتا ہے۔ CBSE میں اب دسویں کلاس کے امتحان کو اختیاری کر کے تقریباً ختم کیا جارہا ہے۔ سینئر سیکنڈری یا انٹرمیڈیٹ (ماضی کا پری یونیورسٹی کورس) کے امتحان کے لیے زیادہ تر صوبوں میں اب عمر کی قید کم از کم 17 سال ہے۔ اپنے طالب علموں کو پبلک اگزامنیشن میں شریک کرانے کا اختیار ہندستان ،میں صرف ان اداروں یا اسکولوں کو ہے جو کسی بھی بورڈ سے الحاق کے وقت یہ بیان حلفی دیتے ہیں کہ ان کا کسی طرح کی مذہبی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

موٹے طور پر ہندستان کا تعلیمی نظام دو بڑے زمروں میں تقسیم ہے جو آج بھی ہمارے سماج کو طبقوں میں بانٹنے کی نوآبادیاتی فکر کا غماز ہے۔ ہندستانی زبانوں کے مقابلے میں انگریزی کی موجودگی اور اس کی اہمیت پر ہونے والی بحث بھی بنیادی طور پر تعلیم کے ذریعے ہندستان کے سماج کو طبقوں میں تقسیم کرنے کی بحث ہے۔ عمومی صورتِ حال یہ ہے کہ تمام ریاستی بورڈ عام طور پر متعلقہ ریاست کی سرکاری زبان (جو بالعموم اس ریاست کی اکثریت کی مادری زبان ہوتی ہے) میں امتحانات لیتے ہیں۔ کسی بھی زبان کو کسی صوبے میں تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے تکنیکی لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ کسی بھی زبان کو صوبے کی سرکاری زبان کا درجہ دینے کے لیے ریاستی اسمبلی نے جو بل پاس کیا ہے، اس میں، اور بعد میں بل کو گزٹ میں درج کرتے وقت تعلیم کے مقصد کے لیے اس زبان کے استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ اس مقصد کو نوٹیفائی بھی کیا گیا ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زبان اُس صوبے کے ایجوکیشن کوڈ میں تسلیم شدہ ہو، کسی زبان کو محض (اصطلاحاً) سرکاری زبان، صوبے کی پہلی یا دوسری زبان قرار دے دینے سے اس زبان کو عام امتحانات یا تعلیم کا میڈیم بننے کا اختیار خود بہ خود حاصل نہیں ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اتر پردیش میں 1989 میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا تھا لیکن ریاستی قانون سازیہ کے منظور شدہ ایکٹ کے مقررہ مقاصد میں اور بعد میں گزٹ نوٹیفکیشن میں بھی

اردو کو تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی صراحت نہیں کی گئی، اس لیے، اتر پردیش میں دوسری سرکاری زبان کا یہ درجہ اردو تعلیم کے مقاصد کے حصول میں کسی طرح معاون نہیں ہوا اور اسکولی سسٹم میں تعلیم پانے والا کوئی بچہ اردو کو اپنی زبان قرار دینے کے باوجود یوپی میں اردو کے دوسری سرکاری زبان کے منصب سے فیض یاب نہیں ہو سکا۔ یوپی میں اردو مادری زبان والے جو بچے اسکول جاتے ہیں ان کی اکثریت یو. پی. بورڈ سے ہندی میڈیم سے دسویں اور بارھویں درجے کا امتحان اس لیے دیتی ہے کہ یوپی کے ایجوکیشن کوڈ میں اردو شامل ہی نہیں ہے۔

سینٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن اور انڈین کونسل آف اسکول ایجوکیشن جو پہلے اینگلو اینڈین بورڈ کہلاتا تھا، دونوں دہلی میں واقع ہیں۔ سی. بی. ایس. ای. سے امتحان دینے والے طلبہ کی تعداد، ہندستان میں دسویں اور بارھویں کلاس کے بورڈ کا امتحان دینے والوں کی مجموعی تعداد کی دس فیصد سے زیادہ نہیں۔ یعنی سی. بی. ایس. ای. بورڈ سے جو اسکول ملحق ہیں ان میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد ہندستان میں اسکول جانے والے بچوں کی مجموعی تعداد کا زیادہ سے زیادہ دس فیصد ہے۔ سی. بی. ایس. ای. سے دہلی حکومت کے تمام اسکول بھی ملحق ہیں۔ دہلی میں موجود دیگر اسکولوں کی اکثریت بھی سی. بی. ایس. ای. ہی سے ملحق ہے۔

ہندستان کے مختلف صوبوں میں اسکول جانے والے تقریباً نوّے فیصد بچے صوبائی بورڈوں سے اور علاقائی زبانوں کے میڈیم میں دسویں اور بارھویں کا امتحان دیتے ہیں۔ جو بچے کسی وجہ سے اسکول میں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ پاتے ان کے لیے غیر رسمی تعلیم کے ادارے مثلاً نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ (ماضی کا نیشنل اوپن اسکول) سودمند ثابت ہوتے ہیں۔

ماضی کے اینگلو انڈین بورڈ کے نام سے مشہور آئی سی ایس ای. شاید اس لیے بہتر بورڈ مانا جاتا ہے کیوں کہ اس سے وابستہ اسکول صرف انگریزی میڈیم کے اسکول ہیں۔ ان میں اکثریت عیسائی مشنری اسکولوں کی ہے۔ اس کے باوجود آئی سی ایس ای. سے ملحق اسکولوں میں بہ مشکل تمام ایک فیصد ہی وہ بچے زیرِ تعلیم ہیں جو انگریزی میڈیم سے پڑھتے ہیں۔ نوآبادیاتی حکمرانوں کی

ذہنی وراثت کے حامل آئی.سی.ایس.ای. سے ملحقہ اسکولوں کا مقصد انگریزی داں طبقے کو غیرانگریزی داں طبقے سے ممتاز مقام دے کر طبقاتی تقسیم کے تسلسل کو برقرار رکھنا ہے۔اس ذہنیت اور خلقیے کے اسکولوں میں صرف ان خاندانوں کے بچوں کو داخلہ دیا جاتا ہے جو انگریز حکمرانوں کی خدمت (چھوٹے یا بڑے عہدوں) پر مامورر ہے۔

اس ذہنیت کا سب سے ممتاز نمائندہ دہرہ دون کا دون اسکول (The Doon) ہے۔ نوآبادیاتی خلقیے کا یہ ادارہ 165 ایکڑ زمینی رقبے پر بنا ہوا ہے۔اس اسکول کے تمام وسائل عوامی سرمایے سے ایک بہت چھوٹے طبقے کے وجود کو قائم رکھنے کی غرض سے برسر اقتدار طبقے نے فراہم کرکے یہ مہتم بالشان ادارہ قائم کیا جس کی امارت نوآبادیاتی رعونت سے عبارت ہے۔دون اسکول ماضی کے حکمرانوں اوران کے جانشیں آزاد ہندستان کے اقتدار پر قابض کالے انگریزوں کی ملی بھگت سے طے کی گئی ایک روپے فی ایکڑ کی قیمت سے غصب کردہ زمین پر تعمیر کیا گیا۔یہ مکمل طور پر اقامتی ادارہ ہے۔اس اسکول میں ہر سال صرف ان 70 طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے جن کے والدین اقتدار کے سلسلۂ مراتب میں مقتدر ہیں۔ان 70 طلبہ میں 50 طلبہ کو ساتویں درجے میں اور 20 طلبہ کو آٹھویں کلاس میں داخل کیا جاتا ہے۔70 بچوں کے انٹیک (Intake) میں اسکول اسٹاف کے بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔طبقاتی تقسیم کے تابع اس اسکول میں اسٹاف کے بچوں کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ صرف اساتذہ اور برسر (Bursur) کے بچے ہی اسٹاف کے بچوں کے زمرے میں شامل ہوکر دون اسکول میں داخلے کے مجاز ہوں گے۔یہ چوں کہ حکومت کرنے والوں کا اسکول ہے لہٰذا اس کی 40 فیصد نشستیں اسکول کے فارغین یعنی ماضی کے حکمرانوں کے بچوں کے لیے مخصوص ہیں تاکہ غلامی کے تسلسل اوراس کے خلقیے کو کسی طرح کی زک نہ پہنچے۔دون اسکول میں کل ملا کر تقریباً 500 طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس سے آزاد ہندستان میں اشرافیہ اور سامراجی نظام کی کامیابی اوراس ذہنیت کی تعلیم سے متعلق رویوں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔اس اسکول میں ابھی بھی مخلوط نظامِ تعلیم ممنوع ہے۔

ہندستان میں اسکول کی تعلیم کے اس پیچیدہ پس منظر میں، اسکولی سطح پر اردو تعلیم میں مددگار ثابت ہونے والا ہر قسم کا تدریسی مواد تیار کرنا ایک دقت طلب کام ہے۔ لیکن اگر اردو کو زندہ رکھنا ہے تو ہمیں یہ کام بہر حال کرنا ہوگا۔

□□□

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

بچوں کے حالی

مرتبہ :صالحہ عابد حسین

صفحات:63

قیمت :-/11روپے

خواجہ میر درد

مصنف :ظہیر احمد صدیقی

صفحات: 64

قیمت : -/11روپے

اکبرالہ آبادی

مصنفہ : صغرا مہدی

صفحات:60

قیمت :-/10روپے

کٹھ پتلی ایک تماشہ

مصنفہ : سطوت رسول

صفحات:51

قیمت :-/10روپے

سائنس کی باتیں

مصنف: اندرجیت لال

صفحات:110

قیمت :-/18روپے

عظیم سائنسداں

مصنف: احرار حسین

صفحات:83

قیمت :-/15روپے

₹ 8/-

ISBN 978-81-7587-589-0

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025